ڈاکٹر اسرار احمد

سُورَۂ هُود

آیات ۱۱۲-۱۱۵

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ -- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ ﴾

"پس (اے نبیؐ !) آپؐ جمے (اور ڈٹے) رہیں جیسے کہ آپ کو حکم ہوا ہے' اور وہ بھی (جمے رہیں) جنہوں نے توبہ کی روش اختیار کر کے آپ کی معیت اختیار کی ہے' اور (کسی بھی معاملے میں) حد سے تجاوز نہ ہو۔ یقیناً جو کچھ تم سب کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور ہرگز مت جھکو ان لوگوں کی جانب جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے ورنہ تم بھی جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی (واقعی) حامی ہے ہی نہیں' چنانچہ تم کو کوئی مدد نہ مل سکے گی۔ اور (اے نبیؐ) آپ قائم رکھیں نماز کو دن کے دونوں سروں پر بھی اور رات کے کچھ حصوں میں بھی' یقیناً نیکیوں ہی سے ازالہ ہوتا ہے بدیوں کا!

یہ ایک جامع نصیحت ہے یاددہانی حاصل کرنے والوں کے لئے! اور ثابت قدم
رہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا!"

ان آیات مبارکہ میں نہایت جامع ہدایات دی جا رہی ہیں نبی اکرم ﷺ کو بھی اور آپؐ کی وساطت سے آپؐ کے ساتھی اہلِ ایمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اول و آخر خطاب بصیغۂ واحد حاضر ہے، لیکن درمیان میں جمع کے صیغے آگئے ہیں۔

سورۂ ہود کا زمانۂ نزول وہ ہے جبکہ مکہ میں ایمان اور کفر کی کشمکش اور نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور کفارِ مکہ کی مخالفت اپنے آخری نقطۂ عروج کو پہنچ چکی تھیں، جس کے نتیجے میں اہلِ ایمان شدید ترین آزمائشوں سے دوچار ہو چکے تھے۔ اس صورت حال میں فطری طور پر دونوں اندیشے موجود تھے۔ یعنی ایک یہ کہ کوئی نسبتاً کمزور دل مسلمان ہمت ہار جائے اور کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس سے نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کی ہوا خیزی ہو اور دوسرے یہ کہ کوئی نسبتاً زیادہ جوشیلا مسلمان ردِّعمل کے طور پر کسی نازیبا حرکت کا ارتکاب کر بیٹھے جس سے اس اخلاقی ساکھ کو نقصان پہنچے جو برس ہا برس کے صبر و استقامت اور شائستگی اور حسنِ اخلاق و حسنِ معاملات سے قائم ہوئی تھی۔ گویا کہ صبر و استقامت کی دونوں پہلوؤں سے ضرورت تھی، اس پہلو سے بھی کہ تشدد یعنی Prescution سے بددل نہ ہوا جائے اور ع
"ہرچہ باداباد، ماکشتی در آب انداختیم" کے انداز میں پوری ثابت قدمی کے ساتھ جھیلا جائے جو کچھ بھی بیتے، جیسے کہ وارد ہوا ہے سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی نصائح میں کہ ﴿وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ﴾ یعنی "اور جھیلو اور برداشت کرو جو بھی تم پر بیتے، یقیناً یہ بہت ہمت کے کاموں میں سے ہے!" یعنی اس راہ میں پہلا قدم ہی خوب سوچ سمجھ کر رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں بھرا بستر ہے۔ بقولِ شاعر۔

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اول قدم این است کہ مجنوں باشی!!

---- اور اس پہلو سے بھی کہ کہیں جوش یا جذبے سے مغلوب ہو کر Retaliation کی راہ نہ اختیار کر لی جائے، اس لئے کہ ابھی دعوتِ نبویؐ کے ضمن میں "Passive Resistance" یا "مقابلۂ استقامی" کا دور ہے نہ کہ "Active Resistance" یا "مقابلۂ اقدامی" کا۔

یہی وجہ ہے کہ آیاتِ زیرِ درس میں پہلا لفظ ہی "فَاسْتَقِمْ" کا وارد ہوا کہ اے نبیؐ! اور اے مسلمانو! جمے اور ڈٹے رہو۔ "کَمَا اُمِرْتَ" یعنی جیسے اور جس طرح حکم ملا ہے۔ تمہارے پائے ثبات میں اس مخالفتِ شدیدہ کی وجہ سے کوئی لغزش نہ پیدا ہونے پائے۔ "مَنْ تَابَ مَعَکَ" کے الفاظِ مبارکہ میں نہایت شفقت اور التفات کا انداز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ چنانچہ ایک جانب ان کے کفر یا شرک یا غفلت سے تائب ہونے پر ان کی تحسین ہے اور دوسری جانب آنحضور ﷺ کی معیت میں ان کے لئے جو سرمایۂ صد افتخار ہے اس کی جانب اشارہ ہے۔ بقولِ شاعر۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ!

دوسرے اندیشے کے سدباب کے لئے فرمایا "وَلَا تَطْغَوْا"۔ طَغٰی یَطْغٰی کے معنی ہیں حد سے تجاوز کر جانا جیسے کہ اردو کے اس مصرعے میں آیا کہ ع "دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام!" اس مقام پر "طغیان" سے مراد بعض حضرات نے مقامِ بندگی سے تجاوز یا حدودِ دین سے باہر نکل جانا لیا ہے، لیکن اس کا اصل مفہوم سورۃ النساء کی آیت ۷۷ کے ان الفاظ کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ﴾ یعنی "کیا تم نے غور نہیں کیا ان لوگوں کے حال پر جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ بندھے رکھو!" ----یعنی اپنی مدافعت تک میں ہاتھ نہ اٹھاؤ بلکہ جو ایذائیں بھی تمہیں پہنچائی جائیں انہیں جھیلو اور برداشت کرو۔ عملِ انقلاب اور اس کے مختلف مراحل اور ان کے مختلف ہی نہیں بظاہر متضاد تقاضوں پر نگاہ نہ ہونے کے باعث قرآن حکیم کے اس مقام کی اہمیت اکثر و بیشتر نظرانداز ہو گئی ہے۔ مسلمان جب تک مکے میں رہے انہیں کسی جوابی کارروائی کی اجازت نہ تھی اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں حد درجہ صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہ دہکتے انگاروں پر برہنہ پیٹھ لٹائے جانے کو بھی انہوں نے گوارا کر لیا، لیکن اپنی مدافعت میں ہاتھ تک نہ اٹھایا۔ ورنہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس طرح کا انسان کم از کم آٹھ دس انسانوں کو مار کر ہی مرتا ہے۔ بعض روایات کی رُو سے صرف ایک واقعہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہوا کہ انہوں نے ابو جہل کے تھپڑ مارنے پر ایک جوابی تھپڑ رسید کر دیا تھا جس کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سرزنش ہوئی، ورنہ لوگوں نے جانیں دے دینا گوارا کر لیا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی یعنی ڈسپلن توڑنے کے معاملہ نہ کیا۔ آخر میں اس ضمن میں قدرے تاکیدی انداز میں تنبیہ فرما دی گئی کہ "اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" یعنی تمہارا پورا طرز عمل اللہ کی نگاہ میں ہے۔

اس معاملے کا دوسرا رخ یہ ہو سکتا تھا کہ کسی بددلی یا کم ہمتی کے باعث یا اعزہ و اقارب اور سابق رفقاء واحباب کے سمجھانے بجھانے اور ان کے ظاہری خلوص و اخلاص سے متأثر ہو کر یا کنبے قبیلے والوں اور قریبی رشتہ داروں کی فطری و طبعی محبت کے زیر اثر ان کی جانب کوئی جھکاؤ یا میلان پیدا ہو جاتا، چنانچہ اس کے ضمن میں متنبہ فرما دیا گیا کہ : ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝﴾ یعنی "خبردار! ان

لوگوں کی جانب کوئی میلان تمہارے اندر نہ پیدا ہونے پائے جنہوں نے ظلم یعنی شرک کا ارتکاب کیا۔ اگر ایسا ہوا تو تم بھی آگ کی لپیٹ میں آکر رہو گے اور اللہ کو چھوڑ کر نہ تمہارا کوئی حامی ہو گا نہ مددگار"۔ یہ بات سورۃ الزمر میں براہ راست آنحضور ﷺ سے مخاطب ہو کر جن دوٹوک الفاظ میں کہی گئی ہے اس کے بعد "تا بہ دیگراں چہ رسد" والا معاملہ بخوبی سامنے آجاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے : ﴿وَلَقَدْ اُوحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝﴾ یعنی "(اے نبیؐ!) یہ بات آپ کی جانب بھی پہلے ہی وحی کی جاچکی ہے اور ان تمام انبیاء و رسل کی جانب بھی جو آپ سے پہلے مبعوث ہوئے کہ اگر آپ نے بھی (بفرضِ محال) شرک کا ارتکاب کیا تو آپ کے بھی تمام اعمال حبط ہو جائیں گے اور آپ بھی خسارہ پانے والوں میں شریک ہو جائیں گے!" معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!!----

اس دو طرفہ صبر و استقامت کے لئے اصل سہارا ظاہر بات ہے کہ اللہ کی ذات ہے جیسے کہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۷ میں ارشاد ہوا کہ ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ یعنی "صبر کیجئے اور آپ کا صبر اللہ ہی کے سہارے قائم ہے!" تو اس کے لئے ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مضبوط اور زندہ قلبی تعلق کی، جس کا سب سے اہم ذریعہ ہے نماز۔ چنانچہ آگے اسی کی تاکید ہوئی کہ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ یعنی : "نماز کو قائم رکھو دن کے دونوں سروں پر بھی اور رات کے حصوں میں بھی"۔ ان الفاظ میں نمازوں کے اوقات کی جانب بھی لطیف اشارے موجود ہیں، لیکن اصل مراد یہ ہے کہ دن رات کے تمام اہم اوقات بالخصوص وہ جن میں غفلت زیادہ شدت سے حملہ آور ہوتی ہے یادِ الٰہی سے آباد رہیں۔ نماز اور صبر کا یہ تعلق سورۃ البقرہ میں دو مواقع پر نہایت نمایاں ہو کر آیا ہے۔ ایک آیت ۴۵ میں بنی اسرائیل یعنی سابقہ امتِ مسلمہ سے خطاب میں یعنی

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ○ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○﴾ یعنی "مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے۔ یقیناً وہ بہت بھاری ہے سوائے ان پر جو یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور انہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" اور دوسرے آیت ۱۵۳ میں مسلمانوں یعنی حالیہ امتِ مسلمہ سے خطاب میں یعنی ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ ○﴾ یعنی "اے اہلِ ایمان! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ یعنی اللہ کی تائید و نصرت صبر کرنے والوں کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہی بات آیات زیر درس میں آخری آیت ۱۱۵ میں آرہی ہے کہ ﴿وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○﴾ یعنی "صبر کرو۔ اور جان رکھو کہ اللہ احسان کی روش اختیار کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں فرماتے۔" اللّٰهم ربّنا اجعلنا منهم۔ اے اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔

درمیان میں نماز کے بارے میں بڑے پیارے انداز میں یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا: کہ ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ﴾۔ "نیکی اور بدی کبھی برابر نہیں ہو سکتی، لہٰذا تم مدافعت کرو اس طور سے جو بہت ہی عمدہ ہو"۔۔ مزید ارشاد ہوا: ﴿ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِينَ ○﴾ "یہ نہایت جامع نصیحت ہے، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے!!" دوبارہ دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ○